⊙ زارا کرن
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج وومن یونیورسٹی، سیالکوٹ
⊙⊙ ڈاکٹر محمد افضال بٹ
صدر نشین، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج وومن یونیورسٹی، سیالکوٹ

عبدالحلیم شرر بطور معاشرتی ناول نگار (تنقیدی مغالطوں کا تجزیہ)

Abstract:

Abdul Haleem Sharar contributed to the Urdu literature simultaneously in the field of novel writing, journalism, poetry, composition, biography and drama writing. He has tried his hand in various genres of literature and any genre of literature that he adopted, he created new dimensions in it. However, much of his fame rests on his novel writing especially historical novels. Based on the fame of Sharar's historical novel writing, there is a critical fallacy in the world of literature that a writer of historical novels could not depict his era and that all his social novels are fiction and that have a little attachment to the reality and they are not the true reflection of the society. Thus, due to this critical fallacy, Sharar's social novels were not only completely ignored but these novels were also rejected. This critical fallacy made Sharar's social novels futile for the public even for the critics. Thus, this fallacy closed the chapter of criticism and analysis on Sharar's social novels and these novels were pushed into the valley of oblivion from where they could not be taken out till date. This article critiques that Sharar has contributed in the development of Urdu novel writing and these novel are undeniable and inevitable if one wants to get familiar with the political, social and cultural motivations of that particular era. This article also evaluates that a fair analysis is needed on the literary and artistic standard of social novels of Abdul Haleem Sharar.

Keywords:

Novel, Abdul Haleem Sharar, Social, Historical, Critical, Fallacies, Novelist

مولانا عبدالحلیم شرر اردو ادب میں بیک وقت ناول نگاری، صحافت، شاعری، انشائپردازی، سوانح نگاری اور ڈرامہ نویسی کے میدان میں جوہر کھلاتے رہے۔ شرر نے بیک وقت کتنے ہی کام کیے۔ اگر ایک طرف انشاء پرداز کی حیثیت سے مضامین لکھے تو دوسری طرف مؤرخ بن کر تاریخ رقم کی۔ اگر ایک جانب ناول نگار کے طور پر تاریخی و معاشرتی ناول لکھنے میں مصروف رہے تو دوسری جانب بطور سوانح نگار مشہور شخصیات کی سوانح عمریاں تحریر کرتے رہے۔ کبھی بحیثیت شاعر اردو میں بلینک ورس (نظم معریٰ) کے بانیوں میں اپنا نام لکھوایا تو کبھی ڈرامہ نگار بن کر سامنے آئے۔ انھوں نے متعدد اصنافِ ادب میں طبع آزمائی کی اور جس صنفِ ادب کو بھی اپنایا اس میں نئی وسعتیں پیدا کیں۔ شرر کی ادبی زندگی کا آغاز ''کتاب التوحید'' کے ترجمے سے ہوا اور پھر ''نیکی کا پھل'' اور ''دلگداز'' کے مضامین تک تقریباً نصف صدی تک ان کا قلم رکا نہیں۔ شرر کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد سو سے اوپر ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ہاں موضوعات میں بھی تنوع ہے۔ ناول تاریخی ہوں یا معاشرتی، مضامین علمی ہوں یا ادبی، سوانح عمریاں مذہبی ہوں یا تاریخی، ڈرامہ نثر میں ہو یا منظوم اور شاعری پابند ہو یا آزاد ہیت میں انھوں نے جو بھی لکھا، جیسا بھی لکھا ہر حیثیت میں ایک نہ ایک کام ایسا ضرور کیا ہے جو انھیں تاریخ اردو ادب میں زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ جہاں انھوں نے اپنے قلم سے شاہکار تخلیق کیے تو وہاں چند ایسی تخلیقات بھی ہیں جو فنی اعتبار سے کمزور ہیں مگر اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ ان کی پوری زندگی تصنیف و تالیف کے لیے وقف رہی۔

حالاتِ زندگی: مولانا عبدالحلیم شرر اردو ادب کی ایک قابلِ قدر شخصیت ہیں جن پر مختلف حوالوں سے کافی تحقیقی و تنقیدی کام ہوا ہے، شرر کے حالاتِ زندگی سے متعلق محققین و مصنفین نیکافی معلومات جمع کر دی ہیں۔ اس کے علاوہ شرر کی سوانح عمری ''من آنم'' میں بھی ان کے مفصل حالاتِ زندگی ملتے ہیں۔ لہٰذا ان میں اضافہ ممکن نہیں، ہاں مگر بعض جگہوں پر شرر کے حوالے سے مختلف محققین کے ہاں جو اختلاف پایا جاتا ہے اسے مناسب صراحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔

نام: شرر کا پورا نام ''عبدالحلیم'' ہے۔

تخلص: عبدالحلیم شاعر بھی تھے۔ شرر کا شمار انگریزی طرز کی بے قافیہ نظمیں (بلینک ورس) یعنی نظم معریٰ کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ ان کی ناول نگاری کی شہرت نے ان کے دیگر کمالات کی طرح ان کی شاعری کو بھی چھپا رکھا ہے اور شاعری کی یادگار کے طور پر صرف ان کا تخلص ہی زبانِ زدِ عام ہے۔ ان کے تخلص کے متعلق پروفیسر جعفر رضا لکھتے ہیں کہ مولوی عبدالحلیم کو ''مولوی عبدالحلیم شرر'' بنانے میں منشی احمد علی کسمنڈوی کی تحریک نے کام کیا۔ ان ہی کی تجویز سے ''شرر'' کا تخلص اختیار کیا تھا اور دو چار غزلیں بھی کہی تھیں۔ "(۱) شرر کی شاعری کا جو سرمایہ دستیاب ہے وہ ان کے مضامین کی جلد ہفتم میں ہے۔ گمان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اور کلام بھی کہا ہوگا مگر خود ان کی اپنی بے اعتنائی کے سبب وہ محفوظ نہ ہو سکا۔ شرر کی پابند شاعری کا جو سرمایہ اس وقت دستیاب ہے وہ ''شبِ وصل'' اور ''شبِ غم'' (دو نظموں) کے علاوہ ایک مسدس ''زمانہ اور اسلام'' کے

عنوان سے ملتا ہے۔

تاریخ پیدائش: عبدالحلیم شرر کی تاریخ ولادت کے متعلق مختلف محققین کے ہاں اختلاف ملتا ہے۔مثلاً رام بابو سکسینہ نے''تاریخ اردو ادب'' میں شرر کی تاریخ پیدائش ۲۰ جمادی الثانی ۱۲۷۵ھ بتائی ہے۔(۲) جب کہ ممتاز منگلوری اپنے مقالے''شرر کے تاریخی ناول'' میں ان کی تاریخ ولادت کے متعلق یوں لکھتے ہیں کہ''۲۰ جمادی الثانی ۱۲۷۶ھ (بمطابق ۱۸۲۰ء) کو بروز جمعہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے(۳)۔ان دونوں محققین نے تاریخ ولادت بیان کرتے ہوئے مہینہ اور تاریخ (۲۰ جمادی الثانی) تو ایک سی لکھی ہے مگر سالِ پیدائش کے معاملے میں پورے ایک سال کا فرق نظر آتا ہے۔اسی طرح سید وقار عظیم نے''فردوس بریں'' شائع کردہ مجلس ترقی ادب ایڈیشن اول کے مقدمے میں شرر کی تاریخ پیدائش ۲ جمادی الثانی لکھی ہے۔ پروفیسر جعفر رضا اپنی کتاب''عبدالحلیم شرر، حیات اور کارنامے'' میں شرر کی تاریخ پیدائش ۱۷ جمادی الآخر ۱۲۷۶ھ لکھتے ہیں(۴)۔شرر کی سوانح عمری''من آنم'' میں شرر کے اپنے بیان کردہ حالات کے مطابق ان کی تاریخ ولادت کے بارے کچھ یوں لکھا گیا ہے:''جس زمانے میں منشی قمر الدین صاحب انگلستان میں تھے اور مولوی تفضّل حسین صاحب لکھنؤ میں پریشان حال تھے۔بروز پنج شنبہ ۱۷ جمادی الآخر ۱۲۷۶ھ بمطابق ۱۵/جنوری ۱۸۲۰ء کو پیدا ہوا۔''(۵) درج بالا محققین کی آراء میں واضح اختلاف کی صورت میں ہمارے لیے عبدالحلیم شرر کا اپنا بیان ہی قابل قبول ہے۔اس طرح عبدالحلیم شرر کی تاریخ ولادت ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۷۶ھ بمطابق ۱۵/جنوری ۱۸۲۰ء بروز جمعہ ہے۔

سلسلۂ نسب: شرر ہاشمی العباسی تھے(۶)۔شرر نے اپنی تخلیقات میں اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں، اولوالعزمی اور شان و شوکت کے بیان کو خصوصی اہمیت دی ہے۔بنو عباس سے ان کا جو تعلق بنتا تھا وہ ان کے لیے باعثِ فخر تھا۔

تعلیم: شرر نے عربی، فارسی منطق، معقولات، طب کے علاوہ اپنے شوق اور محنت سے انگریزی اور فرانسیسی زبان میں مناسب قابلیت پیدا کر رکھی تھی۔

شادی: اٹھارہ برس کی عمر میں جن دنوں شرر پر مطالعے کا بھوت سوار تھا ان کی شادی اپنے ماموں کی بیٹی سے ہوگئی۔ اور شرر نے نئی نئی ہوئی شادی کی بھی فکر نہ کی اور بنا کسی کو بتائے چند مہینوں بعد حصول علم کی خاطر دہلی کی راہ لی۔

وفات: ''دل گداز'' میں شرر کی جو تاریخ وفات لکھی ہے اس کے مطابق شرر کا انتقال ۱۷ جمادی الآخر بمطابق ۱۰/جنوری ۱۹۶۲ء کو ہوا۔

شرر بطور معاشرتی ناول نگار: عبدالحلیم شرر اردو ادب میں ناول نگاری کی روایت کے معماروں میں شامل کیے جاتے ہیں۔ مگر ناول نگاری کی حیثیت کے علاوہ بھی شرر کی ادبی شخصیت متنوع جہات کی حامل ہے۔انھوں نے بحیثیت صحافی، انشاء پرداز، ناول نگار، مؤرخ، شاعر، سوانح نگار، مترجم اور ناقد ہر ایک حیثیت میں ایک نہ ایک کام ایسا ضرور کیا ہے کہ اگر وہ کچھ اور نہ بھی کرتے تو بھی وہ مخصوص کام ان کی ادبی حیثیت کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے، تاہم ان کی شہرت کا زیادہ تر دارومدار ان کی ناول نگاری ہی پر ہے۔

شرر کی ناول نگاری کے حوالے سے ناقدینِ ادب کے ہاں خاصا اختلاف نظر آتا ہے مگر تمام ناقدین اس بات پر متفق ہیں کہ شرر ہی اردو ادب میں لفظ''ناول'' اور''ناول نگاری'' کو رائج کرنے کے بانی ہیں۔شرر نے معاشرتی اور تاریخی

دونوں قسم کے ناول لکھے اوران کے ناولوں نے کم وبیش کی نسبت سے شہرت پائی۔شرؔر کی ناول نگاری کی ابتدا ہی معاشرتی ناول ''دلچسپ'' سے ہوئی۔شرؔر کے معاشرتی ناولوں کی تعداددس ہے،ان کے معاشرتی ناولوں کی ترتیب کچھ یوں ہے:

۱۔ دلچسپ(۱۸۸۵ء)

۲۔ دل کش(وقارعظیم کے مطابق ۱۸۹۲ء سے ۱۸۹۶ء سن تصنیف ہے جبکہ ڈاکٹرشریف احمد کے مطابق ۱۸۸۷ء سن تصنیف ہے

۳۔ بدرالنساء کی مصیبت(۱۹۰۱ء)

۴۔ یوسف ونجمہ(۱۹۰۵ء)

۵۔ آغا صادق کی شادی(۱۹۰۸ء)

۶۔ غیب داں دلہن(ممتاز منگلوری ۱۹۱۰ء جبکہ ڈاکٹر علی احمد فاطمی ۱۹۱۱ء سال اشاعت بتاتے ہیں)

۷۔ حسن کا ڈاکو(۱۹۱۳ء)

۸۔ دربارحرام پور(۱۹۱۴ء)

9۔ خوفناک محبت(۱۹۱۵ء)

10۔ طاہرہ(۱۹۲۳ء)

لیکن شرؔر کے تاریخی ناول عوام وخواص میں زیادہ مقبول ہوئے۔جس میں کافی حدتک اس بات کا بھی دخل ہے کہ ادباوناقدین اور محققین کی بیش تر تحقیق وتنقید اور تبصروں کا موضوع اور ردائرہ کار محض شرؔر کی تاریخی ناول نگاری تک محدود رہا ہے،اوراسے ایک حدتک درست بھی مانا جاسکتا ہے کیونکہ شرؔر ہی کی بدولت اردو میں تاریخی ناول نگاری کا نہ صرف آغاز ہوا بلکہ ان کی تقلید میں کتنے ہی تخلیق کار تاریخی ناول نگاری کے میدان میں اترے۔مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ شرؔر کی تاریخی ناول نگاری کی شہرت کی بنا پر دنیائے ادب میں ان کے حوالے سے تنقیدی مغالطہ پایا جاتا ہے کہ''تاریخی ناول لکھنے والا اپنے عصر کی مرقع کشی نہیں کرسکتا۔اور یہ کہ ان کے تمام معاشرتی ناول خیالی ہیں اور انھیں حقیقت سے بہت کم لگاؤ ہے۔'' اور''وہ اپنی معاشرت کے صحیح عکاس نہیں ہیں۔''یوں اس تنقیدی مغالطے کی وجہ سے شرؔر کے معاشرتی ناول نہ صرف یک سر نظرانداز ہوئے بلکہ ان ناولوں کو''بیکار'' کہہ کر مسترد کردیا گیا۔شرؔر کی معاشرتی ناول نگاری کی بابت کچھ بھی کہنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ان کی معاشرتی ناول نگاری کے حوالے سے جو کچھ بھی لکھا گیا ہے اسے بیان کیا جائے تاکہ اس تنقیدی مغالطے کی وضاحت ہوسکے۔

تنقیدی مغالطہ:

شرؔر کے معاشرتی ناولوں پر اگر چند ایک ناقدین نے نظر ڈالی بھی ہے تو محض سرسری انداز سے اس طرح ان کا جائزہ لیا ہے کہ ان ناولوں کی صرف خامیاں ہی گنوائی گئی ہیں۔علی عباس حسینی نے شرؔر کے معاشرتی ناولوں پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ

> ''یہ مسلمہ امر ہے کہ تاریخی ناول لکھنے والا اپنے عصر کی مرقع کشی نہیں کرسکتا۔سروالٹر اسکاٹ جو تاریخی ناولوں کا مجتہد تھا،معاشرتی ناول کی وادی میں قدم رکھتے ہی ناکامیاب ثابت ہوا، یہی

حالت اس کے مقلدین کی ہوئی۔یہی کیفیت مولانا شؔرر کی بھی ہے۔ان کے تمام معاشرتی ناول دل چسپ، خوفناک محبت، دربارِحرام پور، آغا صادق کی شادی، بدرالنساء کی مصیبت وغیرہ خیالی ہیں۔انھیں حقیقت سے بہت کم لگاؤ ہے۔نہ تو وہ ہماری معاشرت کے صحیح فوٹو ہیں اور نہ ان میں کوئی ایسا کردار ہے جو ادب میں تلمیحی حیثیت حاصل کر سکتا ہے۔''(۷)

اس طرح ڈاکٹر احسن فاروقی، شؔرر کے معاشرتی ناولوں کے متعلق کچھ یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

''ان کے معاشرتی ناولوں کا ڈھیر بھی شاید اتنا ہی اونچا لگایا جا سکے جتنا کہ ان کے تاریخی ناولوں کا،مگر اس ڈھیر سے شاید ہی کوئی ناول ایسا چنا جا سکے جس کو آج کل کا عام ناظر بھی برداشت کر سکے۔ان سب کے پلاٹ اس قدر اٹکل پچو ہیں کہ کچھ صفحات ہی پڑھنے کے بعد ان کو اٹھا کر رکھ دینے کو جی چاہتا ہے۔''(۸)

ڈاکٹر احسن فاروقی، شؔرر کی معاشرتی ناول نگاری پر مزید اظہارِ خیال کرتے ہوئے قاری کو یہ باور کراتے ہیں کہ اردو ادب میں شؔرر ناول نگاری کی کج بنیاد رکھنے والے معمار ہیں:

''دوسرے قسم کے معاشرتی ناول جو انھوں نے لکھے وہ ایسے ہیں جیسے "دلچسپ" جس میں علی گڑھ کے لڑکوں کی بابت ایک حد سے زیادہ غیر فطری اور اٹکل پچو قصہ سنایا گیا ہے۔اسی قسم کے ناولوں میں ''بدرالنسا کی مصیبت'' بھی ہے جس میں پردہ کی خرابیوں پر واعظ کیا گیا ہے۔اور ایسے بے تکے ڈھنگ سے جس کا نہ سر ہے نہ پیر۔غرض ان کے معاشرتی ناول حد سے زیادہ پوچ ہیں اور بہتر ہے کہ ان کا ذکر ہی نہ کیا جا کرے لیکن ان کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ انھی ناولوں نے اردو ناظر اور اردو ناول نگار دونوں کے مذاق بگاڑا۔اس امر سے انکار نہیں سکتا کہ مولانا ہی صنف ناول کو رواج دینے کے بانی ہیں۔مگر وہ اپنے زعم میں اپنی اس ذمہ داری کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ کیسی کج بنیاد رکھنے والے معمار ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ شروع ہی سے پست ناولوں کا شوق پھیلا اور اب بھی مشہور ادیب اور انشاء پرداز تک پست ناولوں ہی میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کو سراہتے ہیں۔'' (۹)

فیض احمد فیض ''میزان'' میں شؔرر کے معاشرتی ناولوں کے متعلق یہی رائے قائم کرتے ہیں کہ شؔرر کے معاشرتی ناولوں کو زندگی سے کچھ تعلق نہیں۔ان میں سب انسان ایک جیسے نظر آتے ہیں کرداروں اور مناظر کی یک رنگی کی وجہ سے شؔرر کے ناول میں تنوع کا احساس پیدا نہیں ہوتا۔فیضؔ، شؔرر کے ناولوں کو پلاٹ اور مضمون کے لحاظ سے تین گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں اور معاشرتی ناولوں کے متعلق کچھ یوں گویا ہوتے ہیں:

''تیسرے گروہ میں معاشرتی اور اصلاحی ناول ہیں دلچسپ، دلکش، غیب دان دلھن، آغا صادق کی شادی وغیرہ ان ناولوں میں سماجی رسومات کی کافی بازاری طریقے سے ہنسی اڑائی گئی ہے۔بات ذرا سخت ہے لیکن کہنا ہی پڑتی ہے کہ شؔرر اخلاقی اور مذہبی جوش کی وجہ سے کبھی جب کلیسوں، راہب خانوں یا موجودہ سماج کی برائیوں کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی تحریریں فحش نویسی کی

حد تک پہنچ جاتی ہیں۔''(۱۰)

قمر رئیس مولانا عبدالحلیم شرؔر کی معاشرتی ناول نگاری کے حوالے سے شرؔر کے مشاہدے، کردار نگاری اور منظر نگاری پر یوں معترض ہیں:

''ان (معاشرتی) ناولوں میں شرؔر نے ساری توجہ کردار نگاری کی بجائے واقعات کو دلنشین بنانے میں صرف کی ہے۔ کردار کٹھ پتلیوں کی طرح مصنف کے اشاروں پر چلتے اور واقعات کی رو میں بہتے نظر آتے ہیں......ان کا مشاہدہ زندگی کے سطحی اور ظاہری پہلوؤں تک محدود تھا۔''(۱۱)

طوالت کے باوجود ان تمام آراء کو بیان کرنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ ان کو پڑھے بغیر ہم یہ جان نہیں سکتے کہ کس طرح ان ناقدین کی آرا نے شرؔر کی معاشرتی ناول نگاری اور معاشرتی ناولوں کو عوام تو در کنار خواص تک کے نزدیک ''بیکار'' بنا دیا۔ یوں ان نگارشات نے شرؔر کے معاشرتی ناولوں پر تنقید و تجزیے کا باب ہی بند کر ڈالا اور ان ناولوں کو گم نامی کی ایسی وادی میں دھکیل دیا کہ جہاں سے آج تک ان کو باہر نہیں نکالا جا سکا۔

تنقیدی مغالطے کا ازالہ:

شرؔر کے معاشرتی ناولوں سے متعلق ان قابل قدر شخصیات کی آراء پڑھ کر جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سارے تبصرے اور جائزے محض سرسری انداز کے حامل ہیں۔ اور کسی بھی خوبی کے ذکر سے خالی ہیں اور ان کو پڑھ کر یہی محسوس ہوتا ہے کہ ان ناقدین کی نظر عام طور پر شرؔر کے معاشرتی ناولوں کے نقائص تک ہی محدود رہی ہے۔ ممکن ہے کہ ان ناولوں میں سے کچھ ایسے ہوں جیسا کہ یہ مبصرین اور ناقدین بتاتے ہیں مگر ان کی بنیاد پر شرؔر کے تمام معاشرتی ناولوں کو قابل اعتنا نہ سمجھنا درست طرز عمل نہیں۔ جب کوئی قاری کسی ناول کا مطالعہ کرتا ہے تو ناول کے اچھے اور برے دونوں پہلو اس کی نگاہ میں آتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ ناول کسی بھی خوبی سے خالی ہیں۔ دوسری اہم بات یہ کہ اگر ان ناولوں میں کچھ فنی خامیاں ہیں بھی تو کیا اس کا سبب یہ نہیں کہ یہ ناول ایک مخصوص سیاسی و معاشرتی حالات کے تحت وجود میں آئے۔

شرؔر کے معاشرتی ناولوں پر فنی لوازمات مثلاً پلاٹ، کردار نگاری، منظر نگاری اور مکالمہ نگاری کے حوالے سے جو اعتراضات کیے جاتے ہیں اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو جس دور میں شرؔر نے ناول لکھنا شروع کیا وہ زمانہ اردو میں ناول نگاری کی ابتدا کے ساتھ ساتھ خود اردو زبان کی بھی ابتدا کا زمانہ تھا۔ انگریزی ادب کے زیر اثر آئی یہ صنف ہندوستانیوں کے لیے بھی نئی چیز تھی۔ اس سلسلے میں شرؔر لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں ناول نویسی ایک بالکل نئی چیز ہے اور ان نئی دلچسپ چیزوں میں مغربی تہذیب نے ہماری زبان سے لا کر انٹروڈیوز کیا ہے۔ انگریزی معاشرت اور لٹریچر سے جتنی نئی چیزیں ہمارے ملک میں آئیں، ان کو قبول کرتے وقت ابتدا میں اپنی عادت کے مطابق ہندوستانیوں نے ناک بھوں ضرور چڑھائی مگر ناول ایک ایسی دلچسپ اور بامزہ چیز ہیکہ ابتدائی دور میں اسے سب نے ہنسی خوشی سے قبول کر لیا اور کیوں کر قبول نہ کرتے وہ چیز ہی ایسی تھی۔''(۱۲)

جس طرح کوئی چیز بھی اپنی خام حالت سے لے کر پختگی حاصل کرنے تک مختلف تبدیلیوں اور مراحل سے گزرتی ہے بالکل

اسی طرح اردو ادب میں ''ناول نگاری'' بھی اپنی ابتدائی صورت سے لے کر موجودہ شکل تک مختلف تبدیلیوں سے گزرتے ہوئے پہنچی ہے۔ آج اردو ادب میں ناول کا جو سانچا اور معیار نظر آتا ہے وہ ان ہی عہد بہ عہد تبدیلیوں کا شاخسانہ ہے۔ اس زمانے میں جب شررؔ ناول لکھ رہے تھے تو ناول کی صنف اپنے ابتدائی مراحل پر تھی، لہٰذا شررؔ کے اس ابتدائی مراحل میں لکھے ہوئے ناولوں کو موجودہ ناول نگاری کے پیمانوں پر پرکھنا درست نہیں۔ یہ شررؔ ہی کا کمال ہے کہ انھوں نے ناول نگاری کی ابتداء میں ہی کہ جب یہ صنف ہندوستانیوں سے اپنے تعارفی مراحل سے گزر رہی تھی شرر نے نہ صرف اس کو اصلاحی مقاصد کے لیے استعمال کیا بلکہ اس میں حسن و عشق جیسے عناصر شامل کر کے اسے دلچسپ انداز میں پیش کیا اور اسے اہلِ ہندوستان میں ایک مقبول صنف بنا ڈالا۔ بقول شررؔ ''ناول کا اسلوب وہ شکر ہے جو کڑوی دوا کو خوشگوار بنانے کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے۔''(۱۳)

اردو ادب میں شررؔ سے پہلے ناول نگاری کے حوالے سے مولوی نذیر احمد اور رتن ناتھ سرشار کے نام آتے ہیں جو کہ اردو ناول کے معماروں میں شمار ہوتے ہیں، جن کی بدولت ناول صنف کو رواج ملا مگر شررؔ وہ پہلے ناول نگار ہیں جنھوں نے ناول کے فنی لوازمات کا خیال رکھتے ہوئے ناول لکھا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر آدم شیخ رقم طراز ہیں کہ:

> ''شررؔ کا شمار ان اولین تین ناول نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے اردو ناول کو بلحاظ فصح اور بلحاظ فن اسلوب کے نئے نئے راستوں اور فن کی جدید قدروں سے روشناس کرایا۔ نذیر احمد نے ناول کو معاشرت اور سماج کے اصلاح کے لیے موثر ذریعہ بنایا۔ انھوں نے قصوں کو ایک نئے اور افادی زاویہ نظر سے استعمال کرنا شروع کیا۔ سرشارؔ نے زندگی کی ہنگامہ خیز وسعتوں کو اپنے قصوں میں سمونا شروع کیا۔ زندگی کی ہماہمی سرشارؔ کے فسانہ آزادؔ کا موضوع بنی۔ جسے انھوں نے اودھ کی دلچسپ لچھے دار شستہ زبان میں لکھ کر بات کہنے کا ایک نیا ڈھنگ ایجاد کیا۔ شررؔ کے ناولوں کے مطالعے سے ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ فن کار ناول کے فنی لوازم سے واقف ہیں۔ اس لحاظ سے شررؔ اردو کے پہلے ناول نگار ہیں کہ انھوں نے ناول کو ناول سمجھ کر لکھا اور ناول کے بنیادی مطالبات پورے کیے۔''(۱۴)

شررؔ سے قبل ناول میں معاشرتی حقیقت نگاری، کردار نگاری اور مکالمہ نگاری کی ابتدا ہو چکی تھی مگر شررؔ سے پہلے اردو ناول میں منظر نگاری کا رواج نہیں تھا۔ مولوی نذیر احمد اور رتن ناتھ سرشار کے ناولوں میں فطرت اور منظر نگاری کی جھلک کم ہی نظر آتی ہے۔ شررؔ اردو کے پہلے ناول نگار ہیں جنھوں نے ناول نگاری میں درج ذیل خصوصیات کے ساتھ پورا انصاف کیا۔

۱۔ شررؔ نے انگریزی ناول نگاری کی پیروی کرتے ہوئے اپنے ناولوں میں جغرافیائی ماحول، وقت اور موسم کی دلکش انداز میں منظر کشی کی ہے۔

۲۔ مغربی اصول کے مطابق مربوط اور منظم پلاٹ تعمیر کیے اور ناول میں دلچسپی کی جانب خصوصی توجہ کی۔

ان کے معاشرتی ناول ''یوسف و نجمہ'' میں سے یہ منظر ملاحظہ کیجیے:

''اس وقت چاندنی کھلی ہوئی تھی۔راجپوتوں کے ہزاروں خیمے جو چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے،مہتاب کی ٹھنڈی اور مسرت انگیز روشنی میں کچھ عجیب کیفیت دکھلا رہے تھے۔اور پھر اس کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ دلچسپی اس بات میں تھی کہ سفر کے تھکے ماندے سپاہی اپنے خیموں کے اندر جا بجا چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بیٹھے ہوئے بے فکریوں کے مزے لوٹ رہے تھے۔ ڈھولک بج رہی تھی اور عجیب جوش کے ساتھ بہادرانہ گیت گائے جا رہے تھے۔کہیں ناچ ہو رہا تھا اور کہیں اپنے سچے دین کے سچے عقیدت کیش ایک مذہبی صحبت میں جمع ہو کے اپنے عالم فاضل پنڈت کی زبان سے کتھا سن رہے تھے۔''(۱۵)

''خوفناک محبت'' کا یہ منظر بے حد دلنشین ہے:

''گھنگھور گھٹا برس کے نکل گئی ہے۔ہوا عالم میں ایک ہنگامہ بپا کر کے خاموش ہو گئی ہے اور عصر کے آخر وقت کا زرد آفتاب اپنی زریں شعاعوں کو اودھ کی ایک پرانی بستی لچھی پور کے مشرقی باغوں اور آم کے پیڑوں کے سایوں سے نکال کے دھان کے کھیتوں تک پہنچا رہا ہے۔شام کو دھان کے کھیتوں کی بہار مشہور ہے مگر اس وقت ان کو لہرانے والی متحرک سطح زمردیں پر سورج کی سنہری دھوپ کو دیکھ کے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ دل پیرِ فلک نے عروسِ بہار کو طلائی زیور پہنا دیا ہے۔''(۱۶)

ان اقتباسات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ منظر کشی کے فن کو شؔرر نے کس قدر کامیابی سے اپنے معاشرت ناولوں میں برتا ہے۔شؔرر کے منظر کشی کے فن کو مجنوؔں گورکھپوری ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''شؔرر اردو افسانہ نگاری میں فنِ منظر کشی کے موجد ہیں اور اس لیے ان کو جتنا سراہیں کم ہے۔''(۱۷)

ناول کو زندگی کا چربہ بھی کہا جاتا ہے۔شؔرر کے معاشرتی ناولوں پر جو سب سے بڑا اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ کہ شؔرر کے معاشرتی ناول اپنے عہد اور اپنے معاشرے کی عکاسی نہیں کرتے۔اور ان ناولوں میں زندگی کے حقیقی مشاہدے کی جھلک تک نہیں ملتی۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ کوئی بھی تخلیق کار اپنے عہد سے کٹ کر ادب تخلیق نہیں کر سکتا اور ہر دور کا ادب اپنے عہد کے سچ کی گواہی دیتا ہے، بالکل اسی طرح شؔرر کے معاشرتی ناول اپنے عہد، اپنے معاشرے اور اپنی تہذیب کے عکاس ہیں۔اس سلسلے میں اپنی تہذیب اور اپنی معاشرت کا مشاہدہ جس انداز سے شؔرر نے کیا وہ اپنے دور کے فرسودہ رسوم و رواج میں جکڑے قدامت پسند اور روایت پسند ذہنیت کے مقابلے میں بہت حد تک جرأت مندانہ اور جدّت پسندی کا حامل تھا۔ ان کے معاشرتی ناول ان کے معاشرتی شعور کے عکاس ہیں۔شؔرر نے اپنے زمانے کے چلن کے برعکس کافی بولڈ موضوعات پر لکھا۔اس شعور کا اعتراف کرتے ہوئے آدم شیخ کہتے ہیں:

''معاشرتی ناولوں میں شؔرر کی کردار نگاری ان کے تاریخی کرداروں سے بہتر اور حقیقی نظر آتی ہے۔''(۱۸)

شؔرر کے معاشرتی ناولوں کے کردار ایک مخصوص عہد کے مذہبی، سیاسی اور تہذیبی محرکات سے شناسائی حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ان ناولوں کے مطالعے سے اس عہد کی جو تصویر سامنے آتی ہے اس میں اس عہد کے مخصوص میلانات اور رجحانات دکھائی دیتے ہیں۔ مسلم دولت مند طبقے کی معاشرتی اور اخلاقی بے راہ روی، معاشرتی رسوم رواج غیر اسلامی روش، پردے اور تعلیمِ نسواں سے متعلق مسائل اور الجھنیں، نوابوں کی عیاشیاں اور ریاکاریاں یہ سب اس

عہد کی معاشرت ہے جس کو شرر نے اپنے انداز سے دیکھا اور ناولوں میں پیش کیا۔ خود ایک مولوی ہونے کے باجود وہ مولوی طبقے کی ریا کاریوں کا پردہ فاش کرتے ہیں اور ان کی اصلیت جس انداز سے ہمارے سامنے لاتے ہیں وہ اپنے آپ میں ایک ایسا جرأت مندانہ فعل ہے جس کا اعتراف ڈاکٹر علی احمد فاطمی بھی کرتے ہیں:

> ''باوجود اس کے کہ ان کے تمام معاشرتی ناولوں میں توازن اور مقصد بگڑ جانے کی وجہ سے کوئی بھی ناول فن کے اعتبار سے شہرت نہ پا سکا۔ لیکن پھر بھی شرر نے جس بے باکی کے ساتھ پردہ کی مخالفت کی۔ جہالت کا مذاق اڑایا اور اس کے ساتھ ساتھ ''آغا صادق کی شادی'' اور ''غیب داں دلہن'' میں جس طرح نوابوں کا مذاق اڑایا اور ساتھ ساتھ نوابوں کی صحبت اور لکھنؤ تہذیب کی دلکش تصویر کھینچی ہے وہ اثر کرتی ہے۔''**(۱۹)**

شرر کے تاریخی ناولوں پر تو بہت کچھ لکھا گیا مگر ان کے معاشرتی ناولوں پر بحث سے گریز کیا گیا جس کا سبب ان کے حوالے سے پایا گیا ایک تنقیدی مغالطہ ہے کہ اگر بطور ناول نگار شرر کا کوئی مقام و مرتبہ ہے تو وہ صرف ان کی تاریخی ناول نگاری کی بنا پر ہے اور ان کے معاشرتی ناول اس قابل نہیں کہ ان پر تبصرہ و تجزیہ کیا جائے۔ یوں شرر کے معاشرتی ناولوں گم نامی کی حد تک پیچھے دھکیل دیا گیا اور اگر کہیں کسی مبصر یا ناقد نے ان پر اظہار خیال کیا تو نہایت سرسری انداز سے جس میں بھی نکتہ چینی کا پہلو نمایاں رہا۔

شرر کے معاشرتی ناول فنی اعتبار سے خواہ کامیاب ہوں یا نہ ہوں ان میں کردار نگاری پر بہت توجہ نہ دی گئی ہو لیکن شرر نے قصے کی ساخت، پلاٹ اور اس کی ترتیب و تشکیل اور منظر نگاری پر توجہ دی ہے۔ شرر کے معاشرتی ناولوں کے قصے اور موضوعات دل چسپ ہیں ان میں تحیر و تجسس کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ ''غیب داں دلہن'' کی تو ساری فضا ہی تجسس و تحیر سے بھرپور ہے۔ ایک خاص عہد کے سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی محرکات سے شناسائی اصل کرنے کے لیے شرر کے معاشرتی ناولوں کی اہمیت مسلم ہے۔ بقول ڈاکٹر آدم شیخ:

> ''شرر کے فن ناول نویسی سے متعلق صدہا اختلافات کے باوجود اس حقیقت سے کوئی بھی اردو داں انکار نہیں کر سکتا کہ شرر نے اردو ناول کے سلسلے میں ایک نئے تجربے اور ایک نئی روشنی کا آغاز کیا۔''**(۲۰)**

آج ناول کی تکنیک اور ہیت میں کتنی تبدیلیاں آ چکی ہیں، ناول کا فن عروج پر ہے، لیکن فن تو نکھرتے نکھرتے ہی سنورتا ہے۔ شرر کے معاشرتی ناول اردو ناول نگاری کے ابتدائی نمونے ہیں۔ اردو میں صنف ناول نے آگے چل کر جو بھی شکل اختیار کی اس میں شرر کے ان ناولوں کا بھی حصہ ہے۔ شرر کے معاشرتی ناول یک سر نظر انداز کیے گئے ہیں لہٰذا ان کی ادبی اور فنی معیارات پر منصفانہ تجزیے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس بات سے تو شاید ہی کسی کو انکار ہو کہ شرر اردو کے ان ناول نگاروں میں سے ہیں جن کی بدولت اردو ناول کا پودا شادابی کے ساتھ لہلہا رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پروفیسر جعفر رضا، عبدالحلیم شرر: حیات اور کارنامے، (لاہور: پروگریسو بکس، ۱۹۸۹ء)، ص۳۳۔۳۴

۲۔ رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، (لاہور: بک ٹاک لاہور، ۲۰۰۷ء)، مترجم: مرزا محمد عسکری، ص۶۲۲

۳۔ ممتاز منگلوری، شرر کے تاریخی ناول، (لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۸ء)، ص۱

۴۔ پروفیسر جعفر رضا، عبدالحلیم شرر: حیات اور کارنامے، ص۲۰

۵۔ عبدالحلیم شرر، من آنم، مشمولہ: دل گداز، (اورنگ آباد، فروری ۱۹۳۲ء)، ص۴۲

۶۔ محمد یحییٰ تنہا، سیر المصنفین، (جلد دوم)، (دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۲۸ء)، ص۵۷۹

۷۔ علی عباس حسینی، اردو ناول کی تاریخ و تنقید، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۷ء)، ص۲۴۴

۸۔ محمد احسن فاروقی، اردو ناول کی تنقیدی تاریخ، (لکھنؤ: ادارۂ فروغ اردو، ۱۹۲۶ء)، ص۱۲۰

۹۔ ایضاً، ص۱۲۱

۱۰۔ فیض احمد فیض، میزان، (کلکتہ: مغربی بنگال اردو اکادمی، ۱۹۸۲ء)، ص۱۲۵

۱۱۔ ڈاکٹر قمر رئیس، پریم چند کا تنقیدی مطالعہ بہ حیثیت ناول نگار، (علی گڑھ: سرسید بک ڈپو، ۱۹۶۳ء)، ص۱۲۵

۱۲۔ عبدالحلیم شرر، ناول، مشمولہ: دل گداز، جولائی ۱۹۱۰ء، ص۱۱

۱۳۔ ایضاً، ص۱۳

۱۴۔ ڈاکٹر آدم شیخ، مرزا رسوا: حیات اور ناول نگاری، (لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۸ء)، ص۱۱۵۔۱۱۶

۱۵۔ عبدالحلیم شرر، یوسف و نجمہ، (بمبئی: کوہ نور پرنٹرس و پبلشر، ۱۹۴۱ء)، ص۲۲۷

۱۶۔ عبدالحلیم شرر، خوفناک محبت، (لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۲۶ء)، ص۱

۱۷۔ مجنوں گورکھ پوری، افسانہ، مقالہ، ۱۹۳۵ء، ص۱۷

۱۸۔ ڈاکٹر آدم شیخ، مرزا رسوا: حیات اور ناول نگاری، ص۱۲۲

۱۹۔ ڈاکٹر علی احمد فاطمی، عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار، (لکھنؤ: نصرت پبلشرز، ۱۹۸۶ء)، ص۴۴۳

۲۰۔ ڈاکٹر آدم شیخ، مرزا رسوا: حیات اور ناول نگاری، ص۱۲۴